تحقیق وتنقید

اکرام اللہ ساجد

قسط ۴ (آخری)

عورت، پردہ اور اسلامی تعلیمات

پروفیسر وارث میر، معرفت روزنامہ "جنگ" کے نام!

اوپر آزاد عورت اور لونڈی کے احکام ستر وحجاب میں فرق کے جو دلائل ہم نے ذکر کئے ہیں، ان سب میں اس فرق کے علاوہ، آزاد عورت کے اجنبی مردوں سے چہرہ چھپانے کا ثبوت بھی واضح اور بیّن ہے! ——— اب ہم وہ دلائل نقل کرتے ہیں جن کا تعلق براہِ راست اسی مسئلہ سے ہے۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۵۱۸، اور تفسیر جامع البیان للطبری ص ۳۳/۲۲ طبع مصر پر ہے:

"قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَمَرَ اللّٰهُ نِسَآءَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا خَرَجْنَ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ فِيْ حَاجَةٍ أَنْ يُّغَطِّيْنَ وُجُوْهَهُنَّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِنَّ بِالْجَلَابِيْبِ وَيُبْدِيْنَ عَيْنًا وَّاحِدَةً"

"حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، "اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ اپنے گھروں سے کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو چادروں سے اپنے سروں کے اوپر سے چہروں کو ڈھانپ لیں اور (صرف) ایک آنکھ کو ظاہر کریں۔"

تفسیر جامع البیان للطبری ہی کے محولہ بالا صفحہ پر ہے:

"عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ سَأَلْتُ عُبَيْدَةَ عَنْ قَوْلِهِ (قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ

قَالَ فَقَالَ بِثَوْبِهِ فَغَطّٰى رَأْسَهُ وَوَجْهَهُ وَاَبْرَزَ ثَوْبَهُ
عَنْ اِحْدٰى عَيْنَيْهِ ـــ انتهى!"

(تھوڑے سے اختلافِ الفاظ کے ساتھ یہی بات تفسیر ابنِ کثیر میں بھی ہے)

"ابنِ سیرین کہتے ہیں، میں نے عبیدۃ (بن حارث حضرمی) سے فرمانِ الٰہی (قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ - الخ) کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے (مجھے سمجھانے کی غرض سے) اپنے کپڑے سے سر اور چہرے کو ڈھانپ لیا اور اپنی ایک آنکھ سے کپڑا ہٹا دیا۔"

اسی آیت کی تفسیر میں علامہ بیضاوی رقمطراز ہیں:

"اَیْ یُغَطِّیْنَ وُجُوْهَهُنَّ وَاَبْدَانَهُنَّ بِمَلَاحِفِهِنَّ اِذَا بَرَزْنَ لِحَاجَةٍ۔" (ص ۲۵۲ طبع مصر)

یعنی "جب وہ کسی ضرورت کے لیے باہر نکلیں تو اپنے چہروں اور بدن کو کپڑے سے ڈھانک لیں۔"

علامہ ابوبکر الجصاص لکھتے ہیں:

"فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ الْمَرْاَةَ الشَّابَّةَ مَاْمُوْرَةٌ بِسَتْرِ وَجْهِهَا عَنِ الْاَجْنَبِیِّیْنَ - الخ!"

(احکام القرآن ص ۳۷۲ طبع بیروت)

"اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ نوجوان عورت اپنے چہرے کو اجنبی مردوں سے چھپانے کی پابند ہے!"

تفسیر ابوالسعود جلد ۴ صفحہ ۴۲۳ پر ہے کہ:

"وَمَعْنَى الْاٰیَةِ اَیْ یُغَطِّیْنَ بِهَا وُجُوْهَهُنَّ وَاَبْدَانَهُنَّ اِذَا بَرَزْنَ لِدَاعِیَةٍ مِّنَ الدَّوَاعِیْ!"

"اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ عورتیں جب کسی ضرورت کی خاطر (گھروں سے) باہر نکلیں تو اپنے چہرے اور بدن ڈھانپ لیں!"

مدینہ منورہ یونیورسٹی کے پہلے شیخ التفسیر، علامہ محمد امین شنقیطی مرحوم اپنی مایۂ ناز تفسیر اضواء البیان کے صفحہ ۵۹۶/۶ پر اسی آیت (یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ

جلابیبھن) " کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اَنَّ الْمُرَادَ بِهَا يَدْخُلُ فِيْهِ سَتْرُ الْوَجْهِ وَ تَغْطِيَتُهُ عَنِ الرِّجَالِ وَ اَنَّ سَتْرَ الْمَرْاَةِ وَجْهَهَا عَمَلٌ بِالْقُرْاٰنِ"

"(مذکورہ آیت) سے مراد یہ ہے کہ اس حکم میں چہرے کا پردہ اور اجنبی مردوں سے اس کا ڈھانپنا داخل ہے۔ اور عورت کے چہرے کا پردہ قرآن پر عمل کرنا ہے۔"

علاوہ ازیں سورۃ الاحزاب میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ " (آیت: ۵۳)

"(اے مومنو) ازواج النبیؐ سے جب کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو!"

یہ آیت صاف دلالت کرتی ہے کہ چہرے کا پردہ ضروری ہے۔ ورنہ "مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ " کی قید نہ لگائی جاتی ـــــ یاد رہے کہ یہ وہی ازواج النبیؐ ہیں، جنہیں قرآنِ مجید میں مومنوں کی مائیں کہا گیا ہے:

"وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ !" (الاحزاب ۶)

کہ "نبیؐ کی ازواج مطہراتؓ، مومنوں کی مائیں ہیں!"

اور اگر ان کے سلسلہ میں بھی یہ پابندی ضروری ہے، تو عام مسلمان عورتیں اس حکم میں بالاولیٰ داخل ہیں ـــــ چنانچہ اسی سورہ میں تھوڑا آگے چل کر آیت ۵۹ میں ازواج النبیؐ اور بنات النبیؐ کے ساتھ ساتھ عام مومنوں کی عورتوں کو بھی پردہ کا حکم دیا گیا ہے ـــــ اور یہ وہی آیت ہے، جس کی تفسیر میں ہم مفسرین کے متعدد اقوال نقل کر آئے ہیں، یعنی:

"يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ـــــ الآية !" (الاحزاب: ۵۹)

پروفیسر صاحب نے لکھا ہے کہ:

"قرآنِ مجید کا ایک حصہ اس کے دوسرے حصّے کی خود ہی تفسیر کرتا ہے۔ قرآن کے اکثر اجمالات کی تفصیل خود قرآن ہی میں مل جاتی ہے۔ پردے اور ستر کے مختلف قرآنی احکام میں استعمال ہونے والے الفاظ بھی ایک دوسرے کی خود ہی توضیح کر دیتے ہیں!"

لہٰذا ان کے اسی موقف کی روشنی میں ہم ان کو توجہ دلائیں گے کہ "یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ" کا حکم ازواجِ النبیؐ، بناتِ النبیؐ اور نساء المومنین سب کے لیے مشترک ہے۔ پھر قرآن کے اس حصہ کی تفسیر —— یا اس اجمال کی تفصیل —— خود قرآنِ مجید یوں بیان فرما رہا ہے کہ مومن اگر ازواجِ النبیؐ (اپنی ماؤں سے بھی) کوئی چیز پردے کے پیچھے سے طلب کرنے کے مکلف ہیں، اور جس کا لازمی نتیجہ جسم سمیت چہرے کا پردہ ہے، تو عام مسلمان عورتیں از خود اس حکم میں داخل ہو کر اجنبی مردوں سے اپنے چہرے چھپانے کی پابند ٹھہرتی ہیں۔

یہیں سے "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ کہ قرآنِ مجید کی رُو سے جب عورتیں اپنے چہروں کو اجنبی مردوں سے چھپانے کی پابند ہیں، تو پھر اس استثناء اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد چہرے اور ہاتھ کیونکر ہو سکتے ہیں؟

—— پروفیسر صاحب نے خود لکھا ہے کہ "قرآنِ مجید کا ایک حصّہ اس کے دوسرے حصّے کی خود ہی تفسیر کرتا ہے" —— لہٰذا اگر عورت کے چہرے کو پردے سے مستثنیٰ سمجھ لیا جائے، تو اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ قرآنِ مجید خود ہی ایک مقام پر کوئی حکم دے کر، دوسرے مقام پر اس کی تردید کر دیتا ہے۔ جو ہمارے علاوہ پروفیسر صاحب کے نقطۂ نظر سے بھی غلط ہے۔ لہٰذا صحیح بات وہی ہے جو انہوں نے بریکٹ میں لکھی ہے کہ:

("ایسی زینت ظاہر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں جو خود ظاہر ہو جائے")

چنانچہ ایسی زینت جو خود بخود ظاہر ہو جائے، اس زینت سے بہت مختلف ہے جو دانستہ ظاہر کی جائے —— بالفاظ دیگر عورتوں کو اپنی زینت کے دانستہ

اظہار (یعنی سرخی پوڈر سے آراستہ ہو کر اس کی نمائش سے احتراز کرنا چاہیئے۔ نہ کہ کھلے سر، جیکٹیں اور چست پتلونیں پہن کر وہ کھیل کے میدانوں میں آوارد ہوں، تاکہ روزنامہ "جنگ" کے صفحہ اول پر ان کی شرمناک تصویریں چھپ کر اس کی اشاعت میں "قابلِ قدر" اضافہ کا باعث بن سکیں! ــــ پروفیسر صاحب، ہم نے اپنے مضمون کی قسط دوم میں جس خدشہ کا اظہار کیا تھا، وہ پورا ہو گیا ہے، اب تو شاید آپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا ہو گا!

ــــ ہاں وہ زینت جو ناچار ظاہر ہو جائے، مثلاً چادر یا نقاب کا ہوا سے اڑ جانا اور اس کے نتیجے میں زینت کا اظہار ہو جانا ــــ یا ایسی زینت جس کا چھپانا ممکن ہی نہیں ہے، جیسے وہ چادر یا برقع، جو عورت کے جسم پر ہونے کی وجہ سے بہرحال اپنے اندر ایک کشش رکھتا ہے، اس پر مؤاخذہ نہیں ہے ــــ گویا قرآنِ مجید واضح طور پر "ظاہر کرنے" سے روک کر "ظاہر ہونے" کے معاملے میں رخصت دے رہا ہے جسے "ظاہر کرنے"، کی حد تک وسعت دے دینا قرآنِ مجید کے بھی خلاف ہے، پروفیسر صاحب کی بریکٹ کے بھی خلاف، اور ان روایات کے بھی مخالف، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں حکم حجاب آجانے کے بعد عورتیں کھلے منہ نہیں پھرتی تھیں۔ چنانچہ فتح الباری صـ ۴۰۶/۳ پر ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"تُسْدِلُ الْمَرْأَۃُ جِلْبَابَھَا مِنْ فَوْقِ رَأْسِھَا عَلٰی وَجْھِھَا۔"

کہ "عورت اپنی چادر کو اپنے سر کے اوپر سے اپنے چہرے پر لٹکاتی ہے۔"

ترمذی کتاب الادب، مسند احمد صـ ۲۹۶/۶، ابوداؤد مع عون جلد چہارم صفحہ ۱۰۹ پر ہے:

"عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ کُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَہٗ مَیْمُوْنَۃُ فَاَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ وَذٰلِکَ بَعْدَ اَنْ اُمِرْنَا بِالْحِجَابِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ احْتَجِبَا مِنْہُ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَیْسَ اَعْمٰی؟ لَا یُبْصِرُنَا وَلَا یَعْرِفُنَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِہٖ؟"

"حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں،" "میں اور حضرت میمونہؓ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ عبداللہ بن ام مکتومؓ آگئے۔ اور یہ آیات حجاب

کے نزول کے بعد کی بات ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا" ان سے پردہ کرو!"

—— ہم نے کہا، "اللہ کے رسولؐ، وہ تو نابینا ہیں، نہ ہمیں دیکھتے ہیں نہ پہچانتے ہیں"، آپؐ نے فرمایا، تم دونوں تو نابینی نہیں، کیا تم اسے دیکھتی نہیں؟"

غور فرمایئے، مرد کے عورت کو دیکھنے کی نسبت، عورت کا مرد کو دیکھنا کم فتنے کا باعث ہے —— جبکہ یہاں معاملہ ایک جلیل القدر نابینا صحابیؓ کا ہے۔ اور دیکھنے والی بھی ازواج مطہراتؓ، امہات المومنین ہیں، چنانچہ فتنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے —— اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہراتؓ کو بھی نہ صرف اس کی اجازت نہیں دی، بلکہ "اِحْتَجِبَا مِنْهُ" کے الفاظ سے حکماً انہیں نابینا صحابی سے بھی پردے کا پابند کیا ہے —— پھر آج کل کی صاحبزادیاں، جو دوپٹے سے بھی بے نیاز ہو چکی ہیں، کس شمار و قطار میں ہیں؟ —— فَتَدَبَّرْ وَتَفَكَّرْ!

بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، نکاح سے قبل، جس عورت سے نکاح کرنا ہو، اسے ایک نظر دیکھ لینے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ صحیح ابن حبان میں حضرت محمد بن مسلمہؓ کی روایت ہے کہ "میں نے ایک عورت کو شادی کا پیغام دیا اور اسے چھپ چھپ کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا، تا آنکہ اسے اس کے باغ میں دیکھ لیا۔ کسی نے اعتراض کیا تو فرمایا، "نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے، جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی مومن کے دل میں کسی عورت سے شادی کا خیال آجائے تو اسے دیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں!"

(موارد الظمآن الیٰ زوائد ابن حبان ص ۳۰۲ طبع مصر)

یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ اس وقت مسلمان عورتیں منہ چھپا کر اور پردہ کر کے باہر نکلا کرتی تھیں۔ ورنہ مردوں کو شادی کے لیے، عورت کے دیکھ لینے کی خصوصی اجازت دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور چہرے کا پردہ نہ ہونے کی صورت میں وہ اکثر نظر آتی رہتیں —— لیکن یہ چہرے کا پردہ ہی تھا کہ محمد بن مسلمہؓ کو مذکورہ عورت کے دیکھنے کے لیے یوں محنت کرنا پڑی!

حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

"یَا عَلِیُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُولٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ"

(احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی۔ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۳/۲ طبع دمشق)

"اے علیؓ، اچانک نظر پڑ جانے کے بعد دوسری مرتبہ نہ دیکھنا، ہاں پہلی نظر معاف ہے"!

اگر چہرہ پردے میں داخل ہی نہیں، تو صرف پہلی اچانک نظر معاف ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟[1] ——— ظاہر ہے کہ اس حدیث میں بھی چہرہ دیکھنے سے ہی منع کیا جا رہا ہے ——— یا کیا پروفیسر صاحب کے خیال میں عورت کو لباس پہننے ہی کی ممانعت ہے؟

بخاری اور مسلم کی ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"آدمی اپنے تمام حواس سے زنا کرتا ہے، دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے، لگاوٹ کی باتیں کرنا زبان کا زنا ہے، آواز سے لذّت لینا کانوں کا زنا ہے، ہاتھ لگانا اور ناجائز مقصد کے لیے چلنا ہاتھ پاؤں کا زنا ہے ——— بدکاری کی یہ ساری تمہیدیں جب پوری ہو چکتی ہیں، تب شرمگاہیں یا تو اس کی تکمیل

---

[1] واضح رہے کہ "پہلی نگاہ معاف ہونے" کا معنیٰ ہرگز یہ نہیں ہے کہ "چہرہ پردے میں داخل نہیں، ہاں اصل حکم غضِ بصر یعنی نگاہ بچا لینا ہے" ——— "اچانک نگاہ" کے الفاظ اس مفہوم کی تردید کرتے کے ساتھ ساتھ اصل مفہوم واضح کر رہے ہیں کہ چہرے کا پردہ عموماً رائج ہونے کے باوجود ایسے مواقع پیش آسکتے ہیں جب اچانک کسی مرد اور عورت کا سامنا ہو جائے یا گھر میں موجود عورت کا چہرہ بھی کبھی کبھار نظر آجانا ناممکنات میں سے نہیں۔ لہٰذا محض غضِ بصر کا حکم اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ یہ عورت کے کھلے منہ پھرنے کو مستلزم ہے۔ مذکورہ بالا مفسرین کی آراء اور احادیث سے ہمارے اس مفہوم کی تائید ہو رہی ہے ——— علاوہ ازیں مسلمان عورتوں میں پردہ رائج ہونے کے باوجود معاشرہ میں غیر مسلم عورتیں بھی ہو سکتی ہیں جو بے پردہ ہوں گی لہٰذا غضِ بصر کا حکم دیا گیا!

کر دیتی ہیں، یا تکمیل کرنے سے رہ جاتی ہیں۔"

(صحیح بخاری ص ۶/۸ طبع مصر)

اس حدیث سے چہرے کا پردہ ثابت ہونے کے علاوہ ——— دیدہ بازی، غیر مردوں سے گپ شپ لڑانا، عورت کی نغمہ سرائی اور مرد و زن کا آزادانہ اختلاط (بالفاظِ دیگر مردوں کے "دوش بدوش" کام کرنا) ——— سب تمہیدِ زنا کے ذیل میں آتے ہیں ——— فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ؟

حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا، "اچانک نگاہ پڑ جائے تو کیا کروں؟" ——— آپؐ نے فرمایا، "فوراً نگاہ پھیر لو یا نیچی کر لو!" (مسلم، احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی بحوالہ المنتقیٰ مصری ص ۲/۴۹۹)

بدیہی امر ہے کہ مرد کی نگاہ سامنے عورت کے چہرے پر ہی پڑے گی (بشرطیکہ پروفیسر صاحب جلباب اوڑھنے کے واقعی قائل ہوں) کیونکہ چہرے کا پردہ نہ ہونے کی صورت میں ایک چہرہ ہی تو ننگا ہوگا، جسے دیکھنے سے منع کیا جا رہا ہے!

"سنن ابی داؤد کتاب الجہاد میں ہے۔ قیس بن شماس کہتے ہیں کہ امّ خلاد نقاب پہن کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اپنے مقتول بیٹے کے متعلق پوچھنے کے لیے آئیں۔ تب بعض صحابہؓ نے حیرت زدہ ہو کر ان سے فرمایا:

"جِئْتِ تَسْأَلِيْنَ عَنِ ابْنِكِ وَ اَنْتِ مُتَنَقِّبَةٌ؟"

کہ "آپ نقاب پہن کر اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھتی ہیں (حالانکہ بیٹے کی ایسی خبر سن کر تو ایک ماں کو تن بدن کا ہوش نہیں رہتا، اور آپ اس اطمینان کے ساتھ باپردہ ہو کر آئی ہیں؟)"

تو انہوں نے جواب دیا:

"اِنْ اُرْزَاَ ابْنِیْ فَلَنْ اُرْزَاَ حَیَائِیْ!"

کہ "میں نے اپنا بیٹا قربان کیا ہے، اپنی حیا تو قربان نہیں کی!"

اس حدیث کی سند میں اگرچہ کچھ کلام ہے، تاہم اسے دیگر صحیح احادیث کی تائید کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ صحیحین میں واقعہ افک کے سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ:

"جنگل سے واپس آکر جب میں نے دیکھا کہ قافلہ چلا گیا ہے، تو میں بیٹھ گئی اور نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ وہیں پڑ کر سو گئی۔ صبح ہوئی تو صفوان بن معطل سلمیؓ ادھر سے گزرے اور دور سے دیکھ کر ادھر آگئے:

فَعَرَفَنِیْ حِیْنَ رَاٰنِیْ وَکَانَ قَدْ رَاٰنِیْ قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَیْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِہٖ حِیْنَ عَرَفَنِیْ فَخَمَّرْتُ وَجْھِیْ بِجِلْبَابِیْ!"

"چنانچہ وہ دیکھتے ہی مجھے پہچان گئے کہ نزولِ حجاب سے قبل مجھے دیکھ چکے تھے۔ اس پر انہوں نے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا۔ اس (آواز) سے میری آنکھ کھل گئی۔ تو میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانک لیا۔"

بخاری اور مسلم کی (متفق علیہ) یہ حدیث مسند احمد، تفسیر ابن جریر اور سیرت ابن ہشام میں بھی موجود ہے۔ یہ جسے دیکھ لینے کے بعد (خط کشیدہ الفاظ مزید قابلِ توجہ ہیں) کسی بھی مسلمان کے لیے چون وچرا کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ——— مزید یہ دیکھئے کہ قرآنِ مجید میں "یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ" کا حکم ازواج النبیؐ، بناتُ النبیؐ اور نساء المؤمنین سب کے لیے ہے۔ جبکہ اس حدیث نے جلباب کی تعریف اور اس کا مصرف (بدن کے علاوہ۔ چہرہ) بھی بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ فَخَمَّرْتُ وَجْھِیْ بِجِلْبَابِیْ" (میں نے اپنے جلباب سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا) کے الفاظ انتہائی واضح اور صریح ہیں! ——— اب یہ پروفیسر صاحب ہی کا حوصلہ ہے کہ وہ بڑے دھڑلّے سے یہ لکھتے ہیں کہ:

"جلباب نزدیک کرنے کا حکم چہرہ چھپانے کا حکم نہیں ہے۔ اور اسلام نے عورتوں کو اجازت دی ہے کہ بوقتِ ضرورت چہرہ کھول کر باہر جائیں آئیں"!

لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ:

"سلف کا طریقہ تفسیر یہ رہا ہے کہ قرآن سے مشورہ کرنے کے بعد بھی کوئی مشکل باقی رہ جاتی تو اس کا حل رسولِ خدا کے اقوال وافعال سے تلاش

کرتے۔ تیسرے مرحلہ پر صحابہؓ کے آثار و اقوال سے رہنمائی لیتے۔ کیونکہ یہی لوگ قرآنِ مجید کے پہلے مخاطب تھے اور قرآن کے رموز و حقائق بخوبی سمجھتے تھے۔"

چنانچہ ہم نے سلف کی تفسیروں کے اقتباسات، رسولِ خدا کے ارشادات اور صحابہؓ کے آثار و اقوال باحوالہ نقل کر دیئے ہیں۔ ان کو پڑھ کر پروفیسر صاحب خود بتائیں کہ جلباب نزدیک کرنے کا حکم چہرہ چھپانے کا حکم ہے یا نہیں؟ —— اب اگر ان دلائل کا انہیں علم نہیں تھا تو یہ دین سے ناواقفیت ہے، اس صورت میں انہیں یہ مسائل چھیڑنے ہی نہیں چاہئیں تھے —— اور اگر علم تھا، اس کے باوجود یہ سب کچھ لکھا، تو یہ کتاب و سنت سے بغاوت ہے! —— جہاں تک ان کی تحریروں کا تعلق ہے، تو ان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ہی چیزیں ان کے ماتھے کا جھومر ہو کر رہ گئی ہیں —— چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

"قرآن و حدیث کی من مانی یا جامد تعبیرات کا سہارا لے کر اور خدا کے غضب کے ٹوٹ پڑنے کا خوف دلا کر پڑھنے لکھنے والے لوگوں کو چپ کرانے کا دَور لد گیا ہے۔ مسلمان آزاد ہوئے تو اقبال کے خواب کے مطابق اسلام اور قرآن بھی آزاد ہو گیا ہے۔ اور اب اسلام کو سمجھنے کے لیے اس کے معاشی و معاشرتی فلسفے کو سمجھنے کی کوشش کرنی ہو گی!"

—— جہاں تک جامد تعبیرات کا تعلق ہے، تو نصوص کی موجودگی میں تعبیرات کی اجازت ہی نہیں، اور اگر نصوص کو جامد ہونے سے مطعون کیا جائے تو من مانی اسی کا نام ہے —— اور اپنے ایمان سے کہئے پروفیسر صاحب، آپ نے قرآن و حدیث کی من مانی تعبیرات کی ہیں یا نہیں؟ ایک تو اس لیے کہ نصوص پر آپ نے "جامد تعبیرات" کا طعن کیا۔ اور دوسرے اس لیے کہ، آپ بات تو کرتے ہیں کتاب و سنت کی روشنی میں عورت کے چہرے کے پردہ کی، لیکن سفارش کرتے ہیں، عورت کے کھیل کے میدان میں اتر کر ہنر آزمانے کی! —— دلیل یہ نہیں کہ کتاب و سنت کے فلاں مقام پر یہ اجازت موجود ہے، بلکہ دلیل یہ کہ "آخر چین کی کھلاڑی خواتین کے لباس پر کس کو اعتراض ہو سکتا ہے؟" —— سو وہ آپ ہی نے نہیں، اخبار "جنگ" کے رنگین صفحہ پر ملک بھر کے

لوگوں نے دیکھ لیا ہے! ـــــ پروفیسر صاحب، سچ بتایئے، اس لباس پر آپ کو واقعی کوئی اعتراض نہیں ہے؟ ـــــ جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو بخدا، یہ لباس تو ہم آپ کی بہن یا بیٹی کے لیے بھی گوارا نہیں کر سکتے، کیونکہ ہمارے لیے وہ بھی بیٹی یا بہن ہی کا درجہ رکھتی ہے! ـــــ اور اگر یہ آپ کے نزدیک بھی شرافت کے منہ پر تھپڑ ہے، تو دیگر مسلمانوں کو آپ نے بے غیرت اور دیوث کیوں تصور کر لیا ہے، جن کی بہنوں اور بیٹیوں کے لیے آپ نے "اصولی باتوں" کی آڑ میں یہ سفارش کی ہے؟ ـــــ آپ کو اگر خدا کے غضب کے ٹوٹ پڑنے کا خوف نہیں ہے، تو بڑے شوق سے، لیکن دوسروں کو تو اس سے معاف ہی رکھیں! ـــــ جو ابھی مادر پدر آزاد نہیں ہوئے، ان کو دینِ اسلام کا کچھ تو پابند رہنے دیں ـــــ نیز کیا آپ کے نزدیک اقبال کا خوابِ آزادی "شترِ بے مہار" ہونے کا دوسرا نام تھا؟ ـــــ جو دنیا سے چلے گئے، خدارا، ان کو تو گالی نہ دیں! ـــــ ہم تو جس اقبال کو جانتے ہیں، وہ یہ کہا کرتا تھا کہ ؎

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است!

جبکہ آپ کے اسلام کو، جسے صرف معاشی اور معاشرتی فلسفے کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے، اس دین سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے!

ـــــ یہ تو بات تھی بغاوت کی، اب ہم چاہتے ہیں کہ "علم و حکمت" کے جو خزانے آپ نے لٹائے ہیں، ذرا ان کا بھی ایک نظر جائزہ لے لیا جائے ـــــ آپ نے لکھا ہے کہ:

۱۔ "جب عورت نماز میں چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھے گی اور باقی بدن ڈھانک لے گی تو معلوم ہوا کہ ہاتھ اور چہرہ پردے میں شامل نہیں ہیں ....
... پھر جو چیز پردہ میں شامل نہیں، ان کا کھولنا حرام کس طرح ہو سکتا ہے؟"

ـــــ بہت خوب، یعنی پروفیسر صاحب کے نزدیک عورت، یا تو چین کی کھلاڑی خواتین کے لباس سے سند لے، اور یا پھر نماز بھی برقع اور نقاب پہن کر پڑھے!
ـــــ پروفیسر صاحب، آپ کو کون یہ بتائے کہ نماز عورت، بازار یا دفتر میں

نہیں پڑھتی، اپنے گھر میں پڑھتی ہے یا مسجد میں ایسی جگہ، جہاں پردے کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ نماز کے لیے ستر ڈھانکنا ضروری ہوتا ہے، جبکہ حجاب کی ضرورت عورت کو گھر سے باہر، یا نامحرموں کی نگاہوں سے محفوظ رہنے کے لیے پیش آتی ہے ـــــ کیا آپ کو ستر اور حجاب کا فرق بھی معلوم نہیں؟ ـــــ "پڑھنے لکھنے والے لوگوں کو چپ کرانے کا دور (تو خیر) لد گیا ہے" اس لیے کہ وہ اپنے "کمپیوٹر عہد" کی خوش فہمیوں میں مبتلا کسی کی سنتے ہی نہیں، اور کسی کی زبان کون پکڑ سکتا ہے؟ مگر یہ "پڑھنے لکھنے والے" کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کیا کریں ـــــ چند موٹی موٹی باتیں ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں، شاید آپ کی سمجھ میں آجائیں کہ ستر اور حجاب میں بہت دُور کا فرق ہے۔ چنانچہ ستر ڈھانکنا عورت اور مرد دونوں پر فرض ہے، جبکہ حجاب مرد کے لیے نہیں، صرف عورت کے لیے ہے ـــــ ستر، مرد صرف اپنی بیوی کے سامنے، اور عورت صرف اپنے شوہر کے سامنے کھول سکتی ہے، جبکہ حجاب کا تعلق عورت کے گھر سے باہر نکلنے یا ان لوگوں کے سامنے آنے سے ہے، جن سے عورت کے غیر منکوحہ ہونے کی صورت میں اس کا نکاح جائز ہے ـــــ ہاں جن سے نکاح بہر حال جائز نہیں اور جنہیں قرآنِ مجید نے گن کر بتلا دیا ہے، ان کے سامنے حجاب کی ضرورت نہیں، صرف ستر ڈھانکنا ضروری ہے ـ لہٰذا عورت، گھر میں ان لوگوں کے سامنے جب نماز پڑھے گی یا مسجد میں باپردہ جگہ پر، تو اسے چہرہ اور ہاتھ چھپانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی نماز کے اس مسئلہ سے حجاب پر استدلال کیا جا سکتا ہے! ـــــ واضح رہے کہ پردہ اردو لفظ ہے جو ستر اور حجاب دونوں پر بولا جا سکتا ہے۔ لیکن پروفیسر صاحب نے نماز کے ضمن میں لفظ پردہ بول کر چونکہ ستر اور حجاب کو خلط ملط کر دیا ہے اور اسی لیے ٹھوکر کھائی ہے، اس لیے ہم نے ستر اور حجاب کا فرق بتلانے کے ساتھ ساتھ اصل صورتِ حال بھی ان کے سامنے واضح کر دی ہے۔

۲۔ پروفیسر صاحب نے لکھا ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے حج کے لیے احرام باندھنے والی عورت کو دستانے اور نقاب پہننے کی ممانعت فرما دی۔ اگر عورت کا چہرہ اور اس کے

ہاتھ واقعی ستر کے حکم میں داخل ہوتے تو رسولِ خدا کبھی احرام کی حالت میں ان کو سلے ہوئے کپڑے سے ڈھانکنا حرام قرار نہ دیتے!"

پروفیسر صاحب، کاش آپ اس حدیث پر معمولی سا غور فرما لیتے تو بات آپ کی سمجھ میں آجاتی ــــ اور وہ یہ کہ ممانعت کی یہ ضرورت آخر کیوں پیش آئی؟ اسی لیے ناکہ حکمِ حجاب آجانے کے بعد مسلمان عورتوں نے نقاب پہننا اپنا معمول بنا لیا تھا؟ ــــ ورنہ اگر آپ کا مذکورہ بالا خیال درست ہوتا کہ "جلباب نزدیک کرنے کا حکم چہرہ چھپانے کا حکم نہیں ہے" تو کون نقاب پہنتا اور کون منع کرتا؟ ــــ یہ حدیث تو بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کے لیے نقاب پہننا ضروری ہے ــــ ہاں اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کی مخصوص حالت میں اس سے منع فرمایا ہے تو آپ کو اس پر اعتراض کیوں ہے؟ ــــ آپ نے "اجتہاد" کا آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے تو یہ آسان سی بات بھی سمجھ جائیے کہ عام حالات میں عورت اجنبی مردوں سے چہرہ چھپانے کی پابند ہے۔ لیکن احرام کی حالت میں پابند نہیں، لہٰذا اس مخصوص حالت کو عام حالات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ــــ چنانچہ روائع البیان جلد دوم ص ۳۸۴ پر ہے:

"فَهٰذَا وَاَمْثَالُهٗ كَثِيْرٌ مِّنْ اَقْوَالِ مَشَاهِيْرِ الْمُفَسِّرِيْنَ يَدُلُّ دَلَالَةً وَّاضِحَةً عَلٰى وُجُوْبِ سَتْرِ الْوَجْهِ وَ عَدَمِ كَشْفِهٖ اَمَامَ الْاَجَانِبِ، اَللّٰهُمَّ اِلَّا اِذَا كَانَ الرَّجُلُ خَاطِبًا، اَوْ كَانَتِ الْمَرْاَةُ فِيْ حَالَةِ اِحْرَامٍ بِالْحَجِّ. فَاِنَّهٗ وَقْتُ عِبَادَةٍ وَّ الْفِتْنَةُ مَاْمُوْنَةٌ، فَلَا يُقَاسُ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالَةِ كَمَا يَفْعَلُ بَعْضُ الْجَهَلَةِ الْيَوْمَ، حَيْثُ يَقُوْلُوْنَ اِذَا جَازَ لَهَا اَنْ تَكْشِفَ عَنْ وَجْهِهَا فِيْ حَالَةِ الْاِحْرَامِ فَمَعْنَاهُ اَنَّهٗ يَجُوْزُ لَهَا اَنْ تَكْشِفَ فِيْ غَيْرِهٖ مِنَ الْاَوْقَاتِ لِاَنَّ الْوَجْهَ لَيْسَ بِعَوْرَةٍ فَهٰذَا كَلَامُ مَنْ لَّمْ يَفْقَهْ شَرِيْعَةَ الْاِسْلَامِ:"

کہ "یہ اور اس جیسے مشہور مفسرین کے بہت سے اقوال اس بات پر واضح دلیل ہیں کہ عورت کے لیے اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ چھپانا اور اس کا نہ کھولنا واجب ہے۔ ہاں البتہ پیغام نکاح اور احرام حج کی حالت میں چہرہ کھلا رکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ عبادت کا وقت ہوتا ہے جس میں فتنہ کا ڈر نہیں ہے۔ لہٰذا اس حالت پر قیاس کر کے یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ دیگر اوقات میں بھی چہرہ کھلا رکھنا جائز ہے۔ جیسا کہ آج کل بعض جاہل لوگ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایسے لوگوں کا کلام ہے جو شریعتِ اسلام کو نہیں سمجھتے۔"

اسی روائع البیان کے صفحہ ۱۵۴/۲ پر ہے کہ:

"وَاَمَّا عَوْرَةُ الْمَرْأَةِ بِالنِّسْبَةِ لِلرَّجُلِ فَجَمِيْعُ بَدَنِهَا عَوْرَةٌ عَلَى الصَّحِيْحِ وَهُوَ مَذْهَبُ الشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنَابِلَةِ وَقَدْ نَصَّ الْإِمَامُ اَحْمَدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَالَ وَكُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الْمَرْأَةِ عَوْرَةٌ حَتّٰى الظُّفُرِ"

"صحیح یہی ہے کہ عورت کا سارا بدن ہی عورت ہے۔ اور شوافع اور حنابلہ کا یہی مسلک ہے۔ بلکہ امام احمدؒ تو فرماتے ہیں کہ عورت کے ناخن بھی پردے میں داخل ہیں"

المغنی ابنِ قدامہ ص ۵۵۹/۶ پر ہے کہ:

"قَالَ اَحْمَدُ لَا يَأْكُلُ مَعَ مُطَلَّقَتِهٖ هُوَ اَجْنَبِيٌّ لَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَيْهَا، كَيْفَ يَأْكُلُ مَعَهَا يَنْظُرُ اِلٰى كَفِّهَا لَا يَحِلُّ لَهٗ ذٰلِكَ"

"امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں" آدمی اپنی مطلقہ کے ساتھ کھانا بھی نہ کھائے، کیونکہ وہ اس کے لیے اجنبی بن چکا ہوتا ہے، اس کے لیے جائز نہیں کہ اس کی طرف دیکھے ——— وہ کیسے اس کے ساتھ کھا سکتا ہے جبکہ اس کی ہتھیلیوں پر اس کی نظر پڑے گی، جو اس کے لیے

حلال نہیں ہے ؟"

——— پروفیسر صاحب، آپ تو کہتے تھے کہ :

"ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ چہرہ اور ہاتھ وہ اعضاء ہیں جن کو اس آیت (اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا) میں مستثنیٰ کیا گیا ہے !"

چنانچہ اس "اتفاق" کی ایک جھلک تو آپ نے ملاحظہ فرمالی، کہ شوافع کے نزدیک عورت کا پورا بدن پردہ میں داخل ہے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ تو اپنی مطلقہ کے ساتھ اس کے سابقہ شوہر کو بھی کھانا کھانے کی اجازت نہیں دیتے، مبادا اس کی نظر اس کی ہتھیلیوں پر پڑے جو اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ان کے نزدیک عورت اپنے ناخن بھی اجنبی مردوں سے چھپانے کی پابند ہے۔

قارئین کرام، ہم ذرا دُور نکل گئے، بات ہو رہی تھی حالتِ احرام میں عورت کے نقاب اور دستانے نہ پہننے کی ! ——— سو اس مخصوص حالت میں وہ چہرہ اور ہاتھ چھپانے کی پابند نہیں ہے، لیکن صحابیاتؓ کو دیکھیے کہ وہ اس پابندی نہ ہونے کے باوجود اس سلسلہ میں احتیاط فرماتی تھیں۔ چنانچہ مسند احمد، بیہقی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ (بحوالہ حاشیہ منتقیٰ ابن الجارود صـ ۱۶۹ طبع مصر) میں روایت ہے کہ :

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمَاتٍ فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَّأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ."

"ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ حالتِ احرام میں تھیں۔ جب لوگوں کے قافلے ہمارے قریب سے گزرتے تو ہم اپنی چادریں سروں کے اوپر سے اپنے چہروں پر ڈال لیتیں۔ اور جب لوگ گزر جاتے تو چہرے کھول لیتیں !"

——— رضوان اللہ تعالیٰ علیھنّ اجمعین !

۳۔ پروفیسر صاحب نے اپنے موقف کے اثبات میں ——— (جو نامعلوم کیا ہے؟ کیونکہ وہ کتاب و سنّت سے بھی استدلال کرتے ہیں، اور مغربیت سے

بھی استدلال کرتے اور اس کا پرچار کرتے ہیں ــــ پھر مغربیت ہی سے "سوبار الحذر" کی صدائیں بھی بلند کرتے ہیں) ــــ محلّی ابن حزم کے حوالے سے نسائی کی ایک روایت ذکر کی ہے کہ "حجۃ الوداع میں قبیلہ خثعم کی ایک عورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے کے لیے حاضر ہوئی۔ اس وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حضورؐ کی سواری پر، آپؐ کے پیچھے سوار تھے۔ عورت خوبصورت تھی۔ فضل عورت کو تکنے لگے اور عورت فضل کو دیکھنے لگی۔ حضورؐ نے فضل کا منہ دوسری طرف کر دیا۔"

جس سے پروفیسر صاحب نے استدلال کیا ہے کہ:

"گویا آیتِ حجاب نازل ہونے کے بعد بھی مسلمان عورتیں کھلے چہرے کے ساتھ زندگی کی جدوجہد میں حصہ لیتی تھیں۔"

معاف فرمایئے گا پروفیسر صاحب، آپ نے خود بتایا ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے ــــ یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے۔ اور آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ عورت اس وقت حالتِ احرام میں تھی۔ زندگی کی عام جدوجہد میں حصہ نہیں لے رہی تھی، عبادت میں مصروف تھی۔ لہٰذا چہرہ چھپانے کی مکلف نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کا چہرہ دوسری طرف کر دیا۔ کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے ــــ اور کیا آپ کو معلوم ہے پروفیسر صاحب، کہ دیکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آنکھیں ہی دی ہیں جو چہرے پر ہوتی ہیں! ــــ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "عورت خوبصورت تھی" لہٰذا یہ بھی چہرے ہی کا معاملہ ہے۔ چنانچہ ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے رہنا فتنہ کا باعث بن سکتا تھا۔ عورت چونکہ محرمہ تھی، اس لیے حضورؐ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کا منہ دوسری طرف پھیر دیا! ــــ افسوس، آپ نے سارا واقعہ درج کیا مگر یہ سبق حاصل نہ کیا کہ فتنے کا بڑا محرک عورت کا چہرہ ہے، ہاں اس کے بجائے یہ لکھا کہ:

"انسانی فطرت کے اظہار کے مختلف طریقوں کا غیر جذباتی تجزیہ یہی بتاتا ہے کہ جنسی جذبات کے بھڑکانے میں چہرہ طاقتور محرک نہیں ہے!"

ــــ ایک مرتبہ پھر معذرت پروفیسر صاحب، ہمیں آپ کے جذباتی یا غیر جذباتی تجزیوں کی کوئی ضرورت نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طرزِ عمل ہمیں اس

کی نسبت بہت زیادہ عزیز ہے، بہت ہی زیادہ ——— فللہ الحمد!

۴۔ پروفیسر صاحب نے حضرت عائشہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:

"رسولِ خدا نے حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں اپنے چہرے اور ہاتھوں کے سوا بدن کے دوسرے حصوں کو ستر تصور کرنے کی ہدایت فرمائی!"

——— المنتقیٰ (صفحہ ۵۰ ج ۲) اور سنن ابی داؤد کی یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور اس میں چار علتیں ہیں:

(ا) خالد بن دُرَیک نے یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے بیان کی ہے۔ جبکہ خالد بن دُرَیک کا سماع حضرت عائشہؓ سے ثابت نہیں ہے۔

(ب) اس کی سند میں سعید بن بشیر ابو عبدالرحمان البصری مولیٰ بن النضر ہے، جو ضعیف ہے اور اس کی روایت قابلِ احتجاج نہیں۔

(ج) سند میں قتادہ ہے جو مدلّس ہے اور روایت "عن" سے کی ہے ——— مدلّس کا "عنعنۃ" غیر مقبول ہے۔

(د) ابو احمد جرجانی فرماتے ہیں، میرے علم کے مطابق اس حدیث کو قتادہ سے صرف سعید بن بشیر نے روایت کیا ہے ——— لہٰذا غریب ہے۔

مزید یہ کہ امام ابوداؤد نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد خود ہی اس پر جرح کی ہے (ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد ص ۱۸۳ ج ۲) ——— پس یہ حدیث ناقابلِ استدلال ہے۔

۵۔ پروفیسر صاحب نے سبیعہ اسلمیہ کا واقعہ درج کیا ہے کہ:

"وہ حاملہ تھیں، ان کے شوہر فوت ہو گئے ——— ابو سنابل بن بعلک ان کے گھر گئے اور انہیں بناؤ سنگھار میں دیکھ کر کہا کہ تُو چار ماہ دس دن گزرنے سے پہلے ہی نکاح کا ارادہ رکھتی ہے ...... (پروفیسر صاحب لکھتے ہیں): "اس واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ عہدِ رسالت کا پردہ، آج کے مروجہ برقع سے مختلف تھا۔"

——— پروفیسر صاحب نے یہاں بھی آدھی بات لکھی ہے۔ اور کیوں نہ ہو، نہ اصل

حدیث ان کے سامنے تھی نہ اصل واقعہ! ——— معاملہ درحقیقت یہ ہے کہ ابوسنابل بن بعکک نے سبیعہ اسلمیہ کو وضع حمل کے بعد نکاح کا پیغام دیا تھا (ملاحظہ ہو عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۲) ۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ حاملہ کی عدت وضع حمل سے پوری ہو جاتی ہے، خواہ وہ ۴ ماہ دس دن سے کم ہو ـــ اور ہم ذکر کر آئے ہیں کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتا ہو، اسے دیکھ سکتا ہے۔ شرعاً کوئی منع نہیں! ــــ لہٰذا پروفیسر صاحب کا اس حدیث سے پردہ اور مروجہ برقع وغیرہ پر استدلال باطل ہے! ــــ واضح رہے کہ یہ حدیث محمد بن مسلمہؓ کی مذکورہ بالا روایت کے معارض نہیں، چھپ کر دیکھ لے یا بتا کر، دونوں طرح جائز ہے۔

ـــــ رہی بات بناؤ سنگھار کی تو روایات میں صراحت موجود ہے کہ یہ بناؤ سنگھار اسی غرض سے تھا۔

۶۔ پروفیسر صاحب نے لکھا ہے:

"حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے ایک واقعہ (بخاری) سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں نقاب یا برقع پہنے بغیر کام کاج کرتی تھیں"

ـــــ پروفیسر صاحب، آپ "اجتہاد" کر رہے ہیں یا تحریکِ استقلال کی غیر مستقل مزاجی پر مضمون لکھ رہے ہیں؟ جس کے لیے "جیسی روح ویسے فرشتے" ہونا کافی ہے ـــــ کوئی بات تو باحوالہ لکھی ہوتی، صحیح بخاری میں یہ روایت ہمیں نہیں ملی!

۷۔ اسی انداز سے، حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ہی کا ایک اور واقعہ، پروفیسر صاحب نے درج کیا ہے کہ:

"ان کے خاوند کی مالی حالت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ اور وہ اپنے خاوند زبیرؓ کی زمین کے اس ٹکڑے میں سے، جو حضورؐ نے ان کو دے رکھا تھا، اپنے سر پر گٹھلیوں کی گٹھڑی اٹھا کر لایا کرتی تھیں ـــــ الخ!" (ملخصاً)

ـــــ با پردہ رہ کر وہ یہ کام کر سکتی تھیں، اور پورے واقعہ میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ وہ باپردہ نہ ہوتی تھیں ـــــ اس حدیث کو پردہ نہ کرنے کی دلیل کے طور پر ذکر کرنا ہماری سمجھ میں تو آیا نہیں، شاید پروفیسر صاحب کچھ روشنی ڈال سکیں ـــــ حوالہ ہم

آپ کو بتلائے دیتے ہیں، یہ واقعہ صحیح بخاری کتاب النکاح باب الغیرہ میں مذکور ہے۔

اب اس میں سے ایسے الفاظ تلاش کر کے مطلع فرمانا پروفیسر صاحب کا کام ہے کہ وہ باپردہ نہ رہ کر یہ کام کرتی تھیں ــــــ ہم منتظر رہیں گے!

۸۔ پروفیسر صاحب نے ایک اور واقعہ لکھا ہے کہ:

"ہم میں سے ایک عورت تھی، جو اپنے کھیت کی نالیوں میں چقندر بوتی تھی۔ جمعہ کے دن چقندر کی جڑیں نکال کر انہیں ہنڈیا میں ڈال کر پکاتی تھی اور اس میں مٹھی بھر جَو کا آٹا پیس کر ڈال دیتی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم ہر جمعہ کی نماز کے بعد اس کو سلام کرتے، وہ یہ کھانا ہمارے سامنے لاتی اور ہم چٹ کر جاتے"

ــــــ اس حدیث میں بھی یہ کہاں مذکور ہے کہ وہ عورت صحابہؓ سے پردہ نہ کرتی تھی۔ پردہ کر کے بھی یہ کھانا کھلایا جا سکتا ہے ــــــ اگر میر صاحب کا اس واقعہ سے استدلال درست ہے تو ایسے الفاظ پیش فرمائیں جن میں یہ صراحت ہو کہ وہ عورت صحابہؓ سے پردہ نہ کرتی تھی، ورنہ پردہ نہ کرنے کے دلائل میں یہ واقعہ بھی بے محل ہوگا۔

امام بخاریؒ نے اس واقعہ کو "بَابُ اِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ" [جب جمعہ کی نماز ہو چکے تو زمین میں (کام کاج وغیرہ) کے لیے پھیل جاؤ] کے تحت ذکر کیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کو سمجھنے میں اس کے ابواب کلید کی حیثیت رکھتے ہیں، معلوم ہوا کہ امام صاحب کا اس حدیث کو صحیح بخاری میں درج کرنے سے مقصد بالکل مختلف ہے، جبکہ شارح صحیح بخاری، صاحبِ عمدۃ القاری نے اس حدیث سے عورتوں کو سلام کہنے کی اجازت، دعوت قبول کرنے، خواہ وہ حقیر ہی کیوں نہ ہو، ــــــ اور قناعتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، نیز دنیا سے ان کی بے رغبتی پر استدلال کیا ہے (ملاحظہ ہو عمدۃ القاری، شرح صحیح بخاری جلد ۶ صـ۲۵۲) ــــــ جبکہ میر صاحب پورے دینِ اسلام ہی کو معاشی فلسفے کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں!

۹۔ میر صاحب نے ایک زبردست لطیفہ ہمیں سنایا ہے ــــــ ڈاکٹر حمید اللہ

کے حوالے سے آپ لکھتے ہیں :

"حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک انصاری عورت تھیں جو بہت پہلے ایمان لائیں . . . . . جنگِ بدر (۲ھ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے روانہ ہوئے تو انہوں نے اپنی خدمات پیش کیں کہ یا رسول اللہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔ میں اسلام کے دشمنوں سے جنگ کرنا چاہتی ہوں۔ ان کے متعلق ایک اور روایت ہے جو اس سے بھی زیادہ علمی اور عملی دشواریاں پیدا کرے گی۔ وہ یہ کہ حضرت ام ورقہ رضؓ کو رسول اللہ نے ایک مسجد کا امام مامور فرمایا تھا۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد، مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے۔ اور یہ بھی کہ ان کے پیچھے مرد بھی نماز پڑھتے تھے۔ اور یہ کہ ان کا مؤذن ایک مرد تھا۔ ظاہر ہے کہ مؤذن بھی بطور مقتدی ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوگا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ شاید ابتدائے اسلام کی بات ہو اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منسوخ کر دیا ہو۔ لیکن اس کے برعکس یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ام ورقہ رضؓ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک زندہ رہیں اور اپنے فرائض انجام دیتی رہیں۔"

—— پروفیسر صاحب، دینِ اسلام تو بہت آسان ہے جو کتاب و سنت سے عبارت ہے۔ لہٰذا روایات ہی اگر علمی اور عملی دشواریاں پیدا کرنے لگیں تو یہ اُمت بیچاری کیا کرے گی؟ —— ہاں یہ تسلیم کیجئے کہ دشواریوں کو آپ نے خود دعوت دی ہے۔ روایت کے الفاظ غلط نقل کرکے آپ نے اپنے تئیں مصیبت میں ڈال لیا ہے۔ اندھیرے میں تیر چلانے اور عقلی گھوڑے دوڑانے کی نسبت کہیں یہ آسان بات نہ تھی کہ آپ کسی عالمِ دین سے رجوع فرمانے اور وہ آپ کو اصل بات بتلا دیتے تاکہ سبکی بھی نہ ہوتی! ——

پروفیسر صاحب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ورقہؓ کو مسجد میں مردوں کا امام نہ بنایا تھا، بلکہ ان کے اپنے گھر میں انہیں عورتوں اور بچوں کی امامت کے لیے فرمایا تھا۔ آپ کی تسلی طبع کی خاطر ہم پوری حدیث نقل کئے دیتے ہیں :

عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ نَوْفَلٍ : اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا غَزَا بَدْرًا قَالَتْ: قُلْتُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِي فِي الْغَزْوِ مَعَكَ أُمَرِّضُ مَرْضَاكُمْ، لَعَلَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَرْزُقُنِي شَهَادَةً - قَالَ قَرِّي فِي بَيْتِكِ فَإِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُكِ الشَّهَادَةَ - قَالَ فَكَانَتْ تُسَمَّى الشَّهِيدَةُ - قَالَ وَكَانَتْ قَدْ قَرَأَتِ الْقُرْآنَ - فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَتَّخِذَ فِي دَارِهَا مُؤَذِّنًا فَأَذِنَ لَهَا - قَالَ، وَكَانَتْ دَبَّرَتْ غُلَامًا لَهَا وَجَارِيَةً فَقَامَا إِلَيْهَا بِاللَّيْلِ، فَغَمَّاهَا بِقَطِيفَةٍ لَهَا حَتّٰى مَاتَتْ وَذَهَبَا - فَأَصْبَحَ عُمَرُ فَقَامَ فِي النَّاسِ، فَقَالَ: مَنْ عِنْدَهُ مِنْ هٰذَيْنِ عِلْمٌ أَوْ مَنْ رَآهُمَا فَلْيَجِئْ بِهِمَا. فَأَمَرَ بِهِمَا فَصُلِبَا - فَكَانَا أَوَّلَ مَصْلُوبٍ بِالْمَدِينَةِ -"

وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا فِي بَيْتِهَا وَجَعَلَ لَهَا مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ لَهَا - وَأَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: فَأَنَا رَأَيْتُ مُؤَذِّنَهَا شَيْخًا كَبِيرًا:"

(مختصر سنن ابی داؤد للمنذری ص ۳۰۷/۲ طبع لاہور)

"حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کا ارادہ فرمایا تو میں نے عرض کی "مجھے بھی اجازت دیجئے اللہ کے رسولؐ، کہ آپؐ کے ہمراہ اس غزوہ میں شرکت کی سعادت حاصل کروں۔ میں بیماروں کی تیمارداری کروں گی، شاید کہ اللہ عزوجل مجھے شہادت کے مرتبہ پر سرفراز فرمائیں" آپؐ نے ارشاد فرمایا، "اپنے گھر میں ٹکی رہو، بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت عطا فرمائیں گے" چنانچہ اسی وقت سے اس کا نام "شہیدہ" مشہور ہوگیا۔ راوی کا بیان ہے

کہ امِ ورقہ رضؓ قرآنِ مجید پڑھ چکی تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے گھر میں ایک مؤذن رکھ لیں۔ آپ ؐ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت امِ ورقہ رضؓ نے اپنے غلام اور لونڈی کو مدبّر بنا لیا تھا (یعنی ان سے یہ کہہ دیا تھا کہ "میری موت کے بعد تم دونوں آزاد ہو") ان دونوں نے (اپنی جلد رہائی کی خاطر) رات کے وقت امِ ورقہ رضؓ کا چادر سے گلا گھونٹ دیا جس سے وہ مرگئیں اور انہوں نے راہِ فرار اختیار کی۔ جب صبح ہوئی تو حضرت عمر رضؓ نے تفتیش کر کے ان کو گرفتار کیا اور دونوں کو سولی پر لٹکا دیا۔ چنانچہ مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے پھانسی دیئے جانے والے یہی دونوں تھے۔" (گلا گھونٹنے کا قصاص پھانسی ہی ہے)

"ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امِ ورقہ رضؓ کے گھر میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور آپ ؐ نے ان کے لیے ایک مؤذن مقرر فرما دیا تھا۔ جو ان کے لیے اذان دیا کرتا تھا۔ اور آپ ؐ نے امِ ورقہ رضؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کیا کریں۔ راوی (عبدالرحمان ابنِ خلاد انصاری) کا بیان ہے،" میں نے اس مؤذن کو دیکھا ہے۔ وہ بہت ہی بوڑھے شخص تھے۔"

ہم نے پوری حدیث مع ترجمہ نقل کر دی ہے۔ خط کشیدہ الفاظ پروفیسر صاحب کی دشواریوں کو نہ صرف آسانی میں بدل دیں گے بلکہ انہیں اپنے مبلغ علم کا حدود اربعہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ نیز یہ پتہ چل جائے گا کہ عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے۔ پروفیسر صاحب نے غلط سلط تو بہت لکھا لیکن یہ بات گول کر گئے۔ انہوں نے بڑے چٹخارے لے لے کر یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد اس سے استدلال کرتے ہوئے ایک تو مسلم لڑکی کو اپنے شوہر کا (جو اس سے قبل اس کا عاشق صادق تھا) امام بننے کی بھی اجازت عطا فرمائی ہے۔ اور اسے یہ مشورہ دیا ہے کہ کسی "عام مولوی صاحب سے یہ مسئلہ نہ پوچھنا کہ وہ کہے گا کہ یہ جائز نہیں" ——— ہاں پروفیسر صاحب نے اس کا مسئلہ یوں حل کیا کہ "امِ ورقہ رضؓ کو رسول اللہ نے ایک مسجد کا امام مامور فرمایا تھا اور ان کے پیچھے مرد بھی نماز پڑھتے تھے" ——— معلوم نہیں وہ کون مرد تھے جو مسجد نبوی کو چھوڑ کر، رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی اقتداء سے محروم رہ کر، ایک عورت کے گھر میں اس کی امامت میں نماز ادا کرنا قابلِ فخر خیال کرتے تھے ؟ بالخصوص اس صورت میں کہ آپؐ کا ارشادِ گرامی ہے:

"قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کے لیے اذان کا حکم دوں، پھر کسی کو امامت کے فرائض ادا کرنے کی تاکید کروں اور خود ایسے مردوں کی طرف جاؤں جو نماز کے لیے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے۔ اور ان کے مکانوں کو ان کے سمیت آگ لگا دوں۔ مگر ایسا اس لیے نہیں کرتا کہ گھروں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں اور بچے بھی (جن پر نماز کے لیے مسجد میں حاضر ہونا فرض نہیں ہے)۔"

(باب الجماعۃ بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم)

——— پروفیسر صاحب نے لکھا ہے کہ:

"یہ سچ بہت تلخ ہوتا ہے، اسے برداشت کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ چنانچہ یہ سچ ہے کہ عورت کو زیادہ سے زیادہ مقیّد رکھنے والا معاشرہ خود مریض ہوتا ہے"!

——— آپ بھول رہے ہیں پروفیسر صاحب، مومن کی تو شان ہی یہ ہے کہ سچ کو برضا و رغبت قبول کرے، کہ اس کی تلخی میں بھی وہ لذت محسوس کرتا ہے۔ اور جھوٹ خواہ کتنا ہی دلفریب کیوں نہ ہو، وہ اس سے نفرت کرتا ہے ——— چنانچہ سچ وہ ہے جو کتاب و سنّت میں موجود ہے، اور مومن اس کو تسلیم کرکے ایک گونہ فرحت محسوس کرتا ہے ——— ہاں جو کچھ آپ نے فرمایا، وہ سچ ہے ہی نہیں، پرلے درجے کا جھوٹ ہے ——— اوّلین درجہ کی خود فریبی ہے ——— شوگر کوٹڈ زہر کی یہ وہ گولیاں ہیں جو کسی بھی معاشرہ کی صحت کی ضامن نہیں ہوتیں بلکہ اس کی ہلاکتوں کا پیغام بن جایا کرتی ہیں! ——— یاد رکھئے پروفیسر صاحب، وہ بہترین معاشرہ جس کی صحت کی قسم کھائی جا سکتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دَور کا معاشرہ تھا، جس میں شدید ضرورتوں کا لحاظ ضرور رکھا گیا، لیکن عورت کو بے پردہ ہونے کی اجازت کسی صورت نہ مل سکی ——— چنانچہ یہ اسی معاشرہ کی بات ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے بھی، حضرت امِ ورقہؓ کو جہاد ایسی سعادت میں حصہ لینے سے روک کر، ان کو اپنے گھر میں ٹکے رہنے کی ہدایت فرمائی تھی ——— یہی سچ ہے، جس کو برداشت کرنا آپ کے لیے مشکل ہو رہا ہے لیکن ایک سچے مومن کے لیے یہی مژدۂ جانفزا ہے ——— جبکہ دلفریب مگر بدترین جھوٹ یہ ہے کہ آپ کتاب و سنت کے حوالے سے عورت کو اسمبلی میں پہنچانا چاہتے ہیں اور پہنچا رہے ہیں، دفاتر میں بھرتی کروا رہے ہیں اور اس کی پاکیزگی، شرافت اور عفت و عصمت کا نشان دوپٹہ اور برقع اس سے چھین لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس جھوٹ سے ہمیں شدید نفرت ہے، گھن آتی ہے ہمیں اس سے! ——— اور سطورِ بالا سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوششوں میں کتاب و سنت نے کہیں بھی آپ کا ساتھ نہیں دیا۔ اس کے باوجود آپ نے اُن علماءِ دین کو، جو اسلامی تعلیمات کی پابندی ہی میں دنیوی اور اخروی فلاح کا راز مضمر جانتے ہیں، منافقت، بزدلی اور خود فریبی کا طعنہ دیا ہے ——— اگر کتاب و سنت کے احکام پر عمل کرنا منافقت، بزدلی اور خود فریبی ہے پروفیسر صاحب، تو روزِ قیامت یہی دعویٰ لے کر ربِّ قدیر کے حضور حاضر ہو جایئے گا ——— ہمیں یقین ہے کہ احکم الحاکمین کی بارگاہ سے آپ کو انصاف ملے گا! ——— فی الحال یہ باور کیجئے کہ فریب خوردہ اور عورت کی نسوانیت کے بدترین دشمن وہ جدید دانشور ہیں جو ہمدردی آزادی اور روشن خیالی کے پردے میں اس کی شرافت اور حیا کو اپنی گندی خواہشات کی بھینٹ چڑھا دینا چاہتے ہیں ——— بالفاظِ دیگر مسلم معاشرہ کے لیے مارِ آستین، وہ زہریلے سانپ کہ جو مغربیت کا پھن پھیلائے اس کے دین و ایمان کو ڈس لینے کے لیے بیتاب نظر آتے ہیں ——— عورت کو نیکریں اور جانگیے پہنا کر کھیل کے میدان میں بھی دھکیلتے ہیں اور یہ اطمینان بھی دلاتے ہیں کہ:

"ہمارے "مصلحین" اور "صالحین" کو ابھی خواہ مخواہ اپنی نیندیں حرام کرنے کی ضرورت نہیں، جب تک ہمارے ہاں مغرب کے حالات پیدا نہیں ہوتے، ہم مغربی نہیں بن سکتے!"

——— جنس کے پجاری ہیں، مگر پروپیگنڈہ یہ کرتے ہیں کہ:

"علماء نے گھر گھر چنگیزیت قائم کر رکھی ہے۔ مرد نے طلاق کا لفظ منہ سے

نکالا اور طلاق ہو گئی — لونڈی کی طرح بیوی کو بھی جب چاہے چھوڑ دے ...... وہ پاؤں کی جوتی تھی، جب چاہی اتار کر پھینک دی اور نئی جوتی خرید لی!"

— لیکن حالت یہ کہ مرد کے علاوہ عورت کو بھی طلاق کا حق دینے کی سفارشیں کرتے ہیں — کیونکہ صرف مرد کے پاس یہ حق رہتے سے ہمارے معاشرہ میں طلاق کے اعداد و شمار ان سرحدوں کو چھو لیتے ہیں ناکام رہے ہیں، جو ان معاشروں کا طرۂ امتیاز ہیں، جن میں مرد کے علاوہ عورت کو بھی طلاق دینے کا حق حاصل ہے!

— رہے علماء، تو وہ وہی کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور آپؐ کا ارشادِ گرامی یہ ہے کہ:

"بلا وجہ اپنے شوہر سے طلاق مانگنے والی عورت پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔" (سنن الدارمی ص ۸۵/۲ طبع ملتان)

جبکہ مرد کو یہ حق حاصل ہونے کے باوجود آپؐ نے اسے یہ تنبیہ فرمائی کہ:

"إِنَّ أَبْغَضَ الْحَلَالِ عِنْدَ اللّٰهِ الطَّلَاقُ!"

(سنن ابی داؤد مع عون المعبود ص ۲۲۱/۲)

کہ "وہ کام، جو حلال ہونے کے باوجود اللہ کریم کے نزدیک مبغوض ترین ہے، طلاق ہے!"

— اور آپ نے یہ بھی غلط کہا پروفیسر صاحب، کہ "مرد نے طلاق کا لفظ منہ سے نکالا اور طلاق ہو گئی"! — پہلے اسلامیات کا مطالعہ کیجئے پھر فتوے رسید کیجئے! — یہ ایک مستقل موضوع ہے، جسے ہم بخوفِ طوالت نظر انداز کر رہے ہیں، فی الحال صرف یہ سمجھ لیجئے کہ اس سلسلہ میں بھی ایسی حکمتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ آناً فاناً یہ رشتہ ٹوٹ نہ جائے — آپ نہ جانے کہاں گھوم پھر رہے ہیں؟

ہاں طلاق کا حق صرف مرد کے پاس رہنا اگر آپ کے نزدیک عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھنے کے مترادف ہے، تو عورت کو بھی یہ حق دے دینا، نتائج کے لحاظ سے گویا خود عورت کی طرف سے یہ مطالبہ ہے کہ اسے واقعتاً پاؤں کی جوتی تصور کیا جائے۔ جو اگر مان لیا جائے تو عورت کا مخصوص مزاج اسے ایک ایسے

جہنّم میں دھکیل دے گا کہ اس سے راہِ فرار حاصل کرنا اس کے لیے ناممکنات میں سے ہوگا۔ اور علماء کی مزعومہ "چنگیزیت" اس جہنّم کے سامنے شرمسار ہوکر رہ جائے گی ——— آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اسلام نے اگر مرد کو طلاق کا حق دیا ہے تو یہ مرد و زن کی فطرت کے عین مطابق ہے، جس میں خود عورت کا تحفظ، طلاق کا حق عورت کو بھی حاصل ہونے کی نسبت، زیادہ ہے؟ ——— اس کے ساتھ ہی ساتھ اسلام نے عورت کو بھی وہ مقام دیا ہے کہ دنیا کا کوئی بھی مہذب ترین معاشرہ آج تک اسے یہ مقام نہ دے سکا ——— یہ اسلام ہی تھا، جس نے اسے زندہ درگور ہونے سے بچایا اور گھر کی ملکہ بنایا ——— فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

"وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا"

(الادب المفرد للبخاری ص ۹۵)

"عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے"

——— حتّٰی کہ مرد کو اپنی جنّت، عورت کے قدموں میں تلاش کرنے کا مشورہ دیا:

"فَإِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ قَدَمَيْهَا" (المستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۱۵۱)

کہ "جنّت ماں کے قدموں کے پاس ہے!"

——— لیکن آپ کو یہی اسلام سراپا ظلم نظر آتا ہے۔ اور چالاکی یہ کرتے ہیں کہ گالی دیتے وقت اسلام کی بجائے نام علماء کا لیتے ہیں۔ چنانچہ آپ کا پورا مضمون ہمارے اس دعوٰی کا منہ بولتا ثبوت ہے! ——— من مانی اپنی کرنا چاہتے ہیں، لیکن طعن مرد کو کرتے ہیں، جیسے خود مرد کی بجائے عورت ہوں ——— لکھتے ہیں کہ:

"مرد اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے ۔ ۔ ۔ ۔ عورت کو پیداواری سرگرمیوں میں حصّہ لینے سے روکے رکھنا چاہتا ہے اور اسے صرف اپنی تسکین کا ذریعہ تصور کرتا ہے۔ بیسویں صدی کی مسلمان عورت کی آزادی صرف یہی نہیں ہے کہ وہ باورچی خانے کی ضروریات یا بچوں کے لیے کپڑا لتّے خریدنے کے لیے بازار جا سکتی ہے۔ وہ صحیح معنوں میں اس وقت تک آزاد نہیں کہلا سکتی جب تک اپنے ملک کی سیاسی، معاشی اور سماجی زندگی میں بھرپور کردار ادا نہیں کرتی!"

—— یعنی آپ کے نزدیک عورت کی اصل "آزادی" یہ ہے کہ وہ باورچی خانے کی ضروریات پوری کرنے، بچوں کو سنبھالنے، ان کا کپڑا لتا خریدنے، کھیل کے میدانوں میں ملک و قوم کا نام "روشن" کرنے، اسمبلیوں میں چہچہانے اور دیگر سیاسی و سماجی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے علاوہ کما کر بھی آپ کو کھلائے، اور آپ صرف ہاتھ پر ہاتھ دھرے ان عورتوں کی "مظلومیت" کا ڈھنڈورا پیٹتے رہیں جن کی ساری ضروریات گھر بیٹھے پوری ہو جاتی ہیں —— بڑا کرم کریں تو باورچی خانہ خود سنبھال لیں، ورنہ گھر کے متنوع کاموں کے لیے ملازمین کی ایک فوج بھرتی کر کے دفتر میں کام کرنے والی عورت کی تنخواہ سے تین گنا زیادہ اخراجات کا تخمینہ تیار کریں۔ اور اس طرح پہلے اپنے گھر کی معیشت، اور پھر انہی اصولوں پر ملکی معیشت کو "سنبھالا" دیں —— پروفیسر صاحب، مذکورہ سرگرمیوں میں حصہ لینا آپ کا کام ہے، اپنے حصے کا کام خود کیجئے، ورنہ مرد اگر یونہی ناکارہ ہو گئے تو یہ وہی صورتِ حال ہو گی جس کا نقشہ آپ نے اپنے مضمون کے آخر میں کھینچا ہے اور لکھا ہے کہ:

"آزادیٔ وطن کی خاطر گولیوں، بندوقوں اور بموں سے کھیلنے والی ایک کھلے منہ والی عورت زیادہ قابلِ احترام ہے یا سات پردوں میں چھپ کر چھری سے پیاز کاٹنے والی عورت معاشرے کے لیے زیادہ مفید ہے؟"

—— ہاں ہاں، مذکورہ کاموں کے علاوہ یہی ایک میدان باقی رہ گیا تھا، سو اس میں بھی عورت ہی کو دھکیلیے —— یہ ایسے مرے گی بھی نہیں، اسے گولیوں، بندوقوں اور بموں کا نشانہ بنوائیے اور مردوں کو مشورہ دیجئے کہ چوڑیاں پہن کر گھروں میں آرام سے بیٹھیں یا باورچی خانہ میں چھری سے پیاز کاٹنے کی مشق ناز فرمائیں —— واللہ پروفیسر صاحب آپ کتنے نیک دل، ہمدرد اور غم گسار ہیں، علماء نے تو بس گھر گھر چنگیزیت قائم کر رکھی ہے!

—— پروفیسر صاحب، عورت کی عفت و عصمت کے نگہبان جب ایسے ہی دیوث ہو جائیں اور اسے خود ہی بے عورت کر کے گھر سے باہر نکال دیں، تو ظاہر ہے، اپنی اس پونجی کی حفاظت بھی اسے خود کرنا ہو گی —— ورنہ زندہ قوموں کو ایسے دن دیکھنا نصیب نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان کی صفوں میں محمد بن قاسم ایسے غیرت مند

مجاہد موجود ہوتے ہیں، جو اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت و وقار کے امین ہوتے ہیں —— اور جنہیں دفتروں میں جاکر ملازمت کرنے والی عورتیں نہیں، بلکہ وہ مائیں جنم دیتی اور دودھ پلاتی ہیں جو گھر کی چار دیواری میں رہ کر انہیں قال اللہ و قال الرسولؐ کی ایمان پرور اور روح پرور لوریاں سناتی ہیں —— اور آخر میں ہم آپ کو یہ بھی بتا دیں کہ عورت صرف بیوی نہیں ہوتی —— اس کے علاوہ وہ ماں بھی ہے، بہن بھی اور بیٹی بھی! اور ہمارے آج کے معاشرے میں ماؤں کو بیٹوں سے، بہنوں کو بھائیوں سے اور بیٹیوں کو باپوں سے کوئی شکوہ نہیں، لہٰذا "ظلم و ستم" کی یہ داستانیں اگر درست بھی فرض کر لی جائیں تو یہ صرف شوہر اور بیوی کا معاملہ ہے، یعنی کل کا ۱/۴! —— اور اس میں بھی پروپیگنڈہ زیادہ ہے، حقیقت بہت کم! چنانچہ ہمیں کیا معلوم کہ آپ واقعی پیاز بھی کاٹتے ہوں! —— پھر اس حقیقت کا ذمہ دار بھی نہ اسلام ہے نہ علمائے اسلام، بلکہ اس کا ذمہ دار وہ معاشرہ ہے جو علماء اور اسلامی تعلیمات سے دور بھاگتا ہے۔ ورنہ قرآن مجید نے تو میاں بیوی کو ایک دوسرے کا سکون قرار دیا ہے۔

"وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا" (الاعراف: ۱۸۹)

چنانچہ آپ کا یہ وار بھی خالی گیا کہ "مرد عورت کو اپنی تسکین کا ذریعہ تصور کرتا ہے" —— اور اگر تیر نشانے پر بیٹھتا ہے تو آپ ہی دیکھ لیجئے، اس کا ہدف خود قرآنِ مجید ہے، جو کسی مسلمان کا شیوہ نہیں ہوتا! —— پھر قرآنِ مجید ہی نے عورت اور مرد کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے:

"هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ"

(البقرۃ: ۱۸۷)

لیکن مغربیت کی تبلیغ کے جنون میں مبتلا جو لوگ مرد اور عورت کو بہکانا چاہتے ہیں، وہ دراصل ان کا لباس اتروانے کی فکر میں ہیں۔ جبکہ یہ فریضہ سب سے پہلے ابلیس نے انجام دیا تھا —— ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ يَنزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا" (الاعراف: ۲۷)

"(خبردار) اے بنی آدم! تمہیں شیطان فتنے میں نہ ڈال دے، جس طرح اس نے تیرے ماں باپ کو جنّت سے نکالا تھا۔ ان کا لباس ان سے چھینتا تھا تاکہ وہ ننگے ہو جائیں!"

—— اب یہ سوچنا پروفیسر صاحب، آپ کا کام ہے کہ آج کے اس دور میں مرد اور عورت کو بہکا کر ان کی شرم و حیا کو داؤ پر لگانے والا، ان کے لباس اتروانے والا اور اسلامی معاشرہ کی جنّت سے نکال کر انہیں مغرب کے ایمان سوز جہنّم میں جھونکنے والا کون ہے؟

—— توبہ کیجیے پروفیسر صاحب، رب کی بارگاہ میں ندامت کا اظہار کیجیے اور روزنامہ "جنگ" ہی میں یہ اعلان کیجیے کہ آپ نے جو کچھ لکھا تھا، غلط لکھا تھا، سب جھوٹ تھا —— اور سچ یہ ہے کہ:

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا" (الاحزاب: ۵۹)

نیز:

"وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ —— الآية!" (الاحزاب: ۳۳)

یعنی مسلمان عورتیں برقع پہن کر اپنے بدن، چہرے اور ہاتھوں سمیت، ان کے اندر چھپالیں، جاہلیت کے زمانہ کی طرح بناؤ سنگھار کر کے بازاروں میں بے پردہ نہ گھومیں اور اپنے گھر میں قرار پکڑ کر نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی اطاعت کریں!

—— ان شاء اللہ دنیا اور آخرت میں آپ کا بھلا ہو گا ——

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ!